OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

اسلامی ریاست میں جہاد کے تصور (علت القتال) کا تنقیدی جائزہ

A Critical Analysis of the Concept of Jihad (Cause of Qital) in an Islamic State

Muhammad Adeel Altaf
PhD Scholar: Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University Lahore.
Email: madeel.chohann@gmail.com

Muhammad Sarwar
M.Phil, Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University Lahore.
Email: sarwaranwar331@gmail.com

Muhammad Ramzan
M.Phil, Riphah International University FSD Campus.
Email: istiqlalshareef35404@gmail.com

Received on: 13-07-2024 Accepted on: 14-08-2024

Abstract

This study critically analyzes the concept of **Jihad** in an Islamic state, focusing on the rationale for warfare (**'Illat al-Qital**). It explores varying interpretations of Jihad across traditional and modernist perspectives, emphasizing the need for a balanced understanding rooted in Islamic principles. The research examines Quranic and Sunnah-based foundations of Jihad, historical applications, and the evolution of its jurisprudential interpretations. Key debates include the causative factors of warfare, such as disbelief (**Kufr**), the dominance of non-Islamic power structures (**Shaukat-Ul-Kufr**), and aggression or hostility (**Muharaba**). By addressing misinterpretations and contemporary challenges, the study seeks to clarify the ethical framework of Jihad within Islamic teachings. This work contributes to a nuanced understanding of Jihad's objectives—establishing justice, eliminating oppression, and ensuring peace—and offers insights for its application in modern political and social contexts, countering misconceptions while adhering to Islamic jurisprudence.

Keywords: Jihad, Illat-Ul- Qital, Islamic state, Muharaba, Itmam-e-Hujjjat.

موضوع کا تعارف

عصر حاضر میں جہاد کے موضوع پر متعدد اہل علم نے قلم اٹھایا ہے۔ ان اہل علم نے نظریہ جہاد کی وضاحت، عصر حاضر میں اس کی معنویت اور بین الاقوامی قوانین اور عہد حاضر کے سیاسی مسلمات کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ تصور جہاد کے حوالے سے عصر حاضر میں دو رجحانات واضح نظر آتے ہیں۔ ایک رجحان یہ ہے کہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ جہاد کا مقصد اللہ کے دین کی بالادستی ہے۔ اسلام کا مطمح نظر واضح طور پر یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کے ادیان پر غالب آجائے۔ لہذا محض عصر حاضر کے سیاسی مسلمات کی وجہ سے عذر خواہی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے جہاد ترک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ روایت پسند علماء و مفکرین کا رجحان ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا رجحان یہ سامنے آتا ہے کہ جہاد محض

دفاع کے لیے جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا جہاد بھی محض دفاع تک محدود تھا۔ یہ جدت پسند مفکرین کا رجحان ہے۔

اسلامی ریاست میں جہاد (علت القتال) کے تصور کا تنقیدی جائزہ ایک اہم اور حساس موضوع ہے جو اسلامی تعلیمات کے ایک بنیادی پہلو کی وضاحت اور اس کی عملی تطبیق پر غور و فکر کا مطالبہ کرتا ہے۔ جہاد، اسلامی ریاست کے تناظر میں، ایک ایسا عمل ہے جو قرآن و سنت میں واضح اصولوں کے تحت متعین کیا گیا ہے۔ تاہم، مختلف ادوار میں اس تصور کی تشریح و تطبیق میں تنوع اور اختلاف پایا گیا ہے۔

موضوع کی اہمیت

مذکورہ بالا سطور میں جہاد کی نوعیت کے حوالے سے دو طرح کے رجحانات کا ذکر کیا گیا۔ غور و فکر کیا جائے تو یہ بات نمایاں طور پہ محسوس ہوتی ہے کہ دونوں فریق متعدد مقامات پر اعتدال سے دور اور افراط و تفریط کا شکار نظر آتے ہیں۔ مثلاً روایت پسند مفکرین نے اپنی فکر کی تشکیل و ترویج میں عہد حاضر کے کئی حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جبکہ جدت پسند مفکرین نے بین الاقوامی قوانین ہی کو اپنا فکری ماخذ و منبع بنالیا ہے۔ لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ جہاد کی علت کو واضح کرتے ہوئے اس کو مکمل اسلامی علمی سیاق کے تحت واضح کیا جائے۔

جہاد کا بنیادی مقصد امن و انصاف کا قیام، ظلم و جبر کا خاتمہ، اور انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ تاہم، "علت القتال" یا جنگ کی وجوہات پر گفتگو اس تصور کو گہرائی سے سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ اسلامی شریعت میں قتال کے لیے واضح اصول، اہداف، اور حدود مقرر کیے گئے ہیں، جو کہ ہر دور کے علماء اور فقہاء کے غور و فکر کا موضوع رہے ہیں۔

اس موضوع کا تنقیدی جائزہ اس لیے اہم ہے کہ موجودہ دور میں، مختلف تنظیموں اور گروہوں نے جہاد کے تصور کو اپنی تشریح کے مطابق استعمال کیا ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس مضمون میں نہ صرف "علت القتال" کی قرآنی و فقہی بنیادوں کا جائزہ لیا جائے گا بلکہ اس کی عملی شکلوں، تاریخی تجربات، اور موجودہ دور میں اس کے اطلاق پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ یہ مطالعہ اسلامی ریاست کے اندر اور عالمی سطح پر جہاد کے تصور کی جامع تفہیم فراہم کرنے اور موجودہ دور میں اس کی غلط تعبیرات کا رد کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح یہ تحقیق قارئین کو اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح اور جہاد کے تصور کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد فراہم کرے گی۔

جہاد کا مفہوم:

جہاد جاھد یجاھد سے فعال کے وزن پر مصدر ہے۔ اس فعل کا دوسرا مصدر **مفاعلة** کے وزن پر مجاھدۃ ہے۔ بنیادی مادہ اس لفظ کا ج ہ د ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنی انتہائی کوشش کے ہیں۔[1]

شرعی اصطلاح کے طور پر جہاد دو مفاہیم میں مستعمل ہے۔ ایک اس کا وسیع مفہوم ہے جس کے تحت دین کی سربلندی اور حفاظت کے لیے کی جانے والی ہر کوشش جہاد شمار ہوتی ہے۔ دوسرا اس کا خاص مفہوم ہے جس کے تحت دین کی سربلندی اور حفاظت کے لیے کی جانے والی مسلح جدوجہد ہی جہاد کہلاتی ہے، جسے قتال کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ گویا وسیع مفہوم میں قتال جہاد کی ایک قسم ہے، جبکہ بسا اوقات قتال

اور جہاد مترادف کلمات کے طور پر بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ دونوں مفاہیم میں اس کا استعمال قرآن و حدیث میں ہوا ہے۔ مکی سورتوں میں لفظ جہاد اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ الفرقان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا [2]

ترجمہ: پس تم ان ناشکروں کی بات کا دھیان نہ کرو اور اس قرآن کے ذریعے ان سے بڑا جہاد کرو۔

اسی طرح سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہوا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ [3]

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری خاطر مشقتیں جھیل رہے ہیں، ہم ضرور ان پر اپنی راہیں کھول دیں گے، اور یقیناً اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

مدنی سورتوں میں بالعموم لفظ جہاد کا استعمال قتال ہی کے مفہوم میں ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ [4]

ترجمہ: حقیقت میں مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انہوں نے شک نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

اسی طرح سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا ہے:

وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُن مَّعَ الْقَاعِدِينَ۔ [5]

ترجمہ: جب کبھی کوئی سورت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے مقدرت رکھنے والوں نے ہی آپ سے اجازت طلب کی کہ ان کو جہاد میں شرکت سے معاف کیا جائے اور کہنے لگے ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہیں۔

جہاد کے وسیع مفہوم کے متعلق امام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

الجهاد اما أن يكون بالقلب كالعزم عليه، أو بالدعوة الى الاسلام و شرائعه، أو بإقامة الحجة على المبطل، أو ببيان الحق و ازالة الشبهة، أو بالرأي والتدبير في ما فيه نفع المسلمين، أو بالقتال نفسه – فيجب الجهاد بغاية ما يمكنه [6]

جہاد یا تو دل کے ذریعے کیا جاتا ہے جیسے جہاد کا عزم، یا اسلام اور اس کے احکامات کی طرف دعوت کے ذریعے، یا غلط کاروں پر حجت قائم کر کے، یا حق کی وضاحت اور شبہے کے ازالے کے ذریعے، یا مسلمانوں کے نفع کے کام کے لیے فکر اور تدبیر کے ذریعے، یا نفس قتال ہی کے ذریعے۔ پس جو ذریعہ بھی ممکن ہو اس کے ذریعے جہاد واجب ہے۔

البتہ نفس کو خدا کا مطیع کرنے کے لیے کی جانے والی کوشش کے لیے عام طور پر جہاد کے بجائے مجاہدہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔اسی طرح شریعت کے نصوص اور اصول و قواعد نیز فلسفہ وحکمت تشریع کی روشنی میں نت نئے مسائل کا حل ڈھونڈنا بھی جہاد کے وسیع مفہوم میں شامل ہے، تاہم اس کے لیے عام طور پر مستعمل لفظ "اجتہاد" ہے۔

فقہاء ومحدثین اور علمائے امت کے محاورے میں لفظ جہاد قتال ہی کے مفہوم میں مستعمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث وفقہ کی کتب میں کتاب الجہاد کے عنوان کے تحت قتال ہی کے احکام ذکر ہوتے ہیں۔

لہٰذا مسلم یا غیر مسلم معاشرے میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کی جانے والی ہر کوشش جہاد کے وسیع مفہوم میں شامل ہے۔اسی طرح دینی احکام پر عمل کے لیے اپنی ذات کی اصلاح کی کوشش بھی جہاد کے وسیع مفہوم کا حصہ ہے، لیکن ایسی کوششیں قتال (جو کہ جہاد کا خاص مفہوم ہے) نہیں کہلائی جاسکتیں، نہ ہی یہ کوششیں قتال کا متبادل ہوسکتی ہیں۔گویا جہاں شریعت کے احکام کے مطابق قتال فرض ہوچکا ہو، وہاں جہاد کی دیگر اقسام پر عمل کرنے سے قتال کا فرض ادا نہیں ہوگا۔

اپنی ذات کی اصلاح کی کوشش، یا اصلاح معاشرہ کی جدوجہد مستقل فرائض ہیں اور قتال (جب اس کی فرضیت کے اسباب موجود ہوں) ایک مستقل فریضہ ہے۔بالکل اسی طرح جیسے نماز کی ادائیگی کسی ایسے شخص کو فریضہ زکوۃ کی ادائیگی سے مبرا نہیں کرسکتی جس پر زکوۃ فرض ہوچکی ہو۔

قتال کی علت:

مذکورہ موضوع میں ہمارے پیش نظر جہاد کی خاص شکل قتال ہے۔اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ قتال کے موضوع کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی علت کو سمجھا جائے۔کسی چیز کی علت کی موجودگی ہی اس کے معلول کی موجودگی پر دلالت کرتی ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد کے لیے دفاعی اور اقدامی کی تقسیم درست نہیں ہے۔کیونکہ یہ متنازع فیہ ہے کہ کون سے حالات دفاع کے زمرے میں آتے ہیں اور کس کاروائی کو اقدامی کہا جائے گا۔مثال کے طور پر، اگر ایک دفعہ جنگ ہوچکی ہو اور بغیر کسی مستقل معاہدہ امن کے فریقین اپنے مورچوں میں واپس چلے جائیں، اور پھر ایک فریق حملے میں پہل کرے تو اسے پچھلی جنگ کا تسلسل قرار دے کر دفاعی بھی کہا جاسکتا ہے، اور نیا حملہ قرار دے کر اقدامی بھی۔اسی طرح کسی غیر مسلم ملک یا دوسرے مسلم ملک میں مقیم مسلمانوں پر حملے کی صورت میں ان کی مدد کو دفاع بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور اقدام بھی۔نیز اقدامی جہاد کی اصطلاح سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ کوئی مستقل جنگ ہوگی، حالانکہ جہاد اس سے مختلف ہے،[7] اس لیے قتال کی علت کا واضح ہونا ضروری ہے۔جس کی موجودگی میں قتال لازم ہوسکے۔

مولانا مودودی نے "مدافعانہ جنگ" پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے اس کے مقصد پر غور کیا ہے کہ آیا یہ بذات خود ایک مقصد ہے یا کسی اور بڑے مقصد کے لئے کیا جاتا ہے۔مولانا کے نزدیک دفاع بے مقصد نہیں ہے بلکہ ایک اہم فریضے کے لئے ناگزیر ذریعہ ہے۔انہوں نے اس فریضے کو "اصلی خدمت" کا نام دیا ہے۔مولانا مودودی کے نزدیک "مدافعانہ جنگ" بذات خود مقصد نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو "اصلی خدمت" جیسے اہم فریضے کی ادائیگی کے قابل بنانے اور اجتماعی قوت کو زوال سے بچانے کے لئے ضروری ہے۔اس طرح، مسلمان اندرونی اور

بیرونی فتنوں سے محفوظ رہ کر اپنی اصل خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اگر اجتماعی قوت باقی نہ رہے تو مسلمان اس خدمت کی انجام دہی کے قابل نہیں رہ سکتے۔[8]

مولانا مودودی کے اس موقف سے واضح ہوتا ہے کہ وہ جسے جہاد کی علت سمجھتے ہیں، اسی کے لیے انہوں نے جہاد کو مدافعانہ اور مصلحانہ جہاد میں تقسیم کیا ہے۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد کی اقدامی اور دفاعی تقسیم سے ضروری یہ ہے کہ اس کی علت کو سمجھا جائے۔ اسی کے ضمن میں اسلامی قومی ریاستوں میں جہاد کی حیثیت کا تعین کرنے اور تنقیدی تجزیہ کرنے میں مشکل نہیں ہو گی۔

قتال کی علت: کفر

فقہاء کے ایک گروہ کا موقف یہ تھا کہ قتال کی علت کفر ہے۔ یہ قول امام شافعی اور بعض ظاہریہ و حنابلہ سے مروی ہے۔[9] اس رائے کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک کفر موجود ہے، قتال جاری رہے گا۔

البتہ اس نظریے پر چند اہم اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر عورتوں، بچوں اور دیگر غیر مقاتلین کے قتل سے منع فرمایا۔ اگر قتال کی علت کفر ہوتی تو اس استثناء کی کیا وضاحت ہو گی؟ مزید یہ کہ اگر قتال کی علت کفر ہو تو جنگ اس وقت تک جاری رہنی چاہیے جب تک تمام کفار مسلمان نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ ہتھیار ڈالنے والوں کے لیے بھی صرف دو راستے ہوں گے: یا تو اسلام قبول کریں یا قتل ہو جائیں۔ اس طرح یہ نظریہ بنیادی قرآنی اصول "لا إكراه في الدين" سے متصادم ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، اس نظریے کے مطابق اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی اقامت اور ان سے جزیے کی وصولی بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔ ان مسائل کے پیش نظر بعض فقہاء نے یہ رائے دی کہ قتال کی علت کفر نہیں بلکہ شوکت کفر ہے۔

قتال کی علت: شوکت کفر:

گذشتہ سطور میں واضح ہو چکا کہ "کفر" کے بطور علت القتال کی رائے زیادہ مضبوط نہیں تھی، فقہاء میں اسے قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔ اس قباحت کے پیش نظر بعض حضرات بشمول مولانا مودودی کی یہ رائے ہوئی کہ قتال کی علت "کفر" کی بجائے "شوکت کفر" ہے۔ مولانا مودودی نے جہاد کی اس مخصوص قسم کو "مصلحانہ جہاد" قرار دیا ہے، جو فتنہ اور فساد کے خاتمے کے لیے کیا جاتا ہے اور مولانا مودودی کے خیال میں "کافرانہ نظام حکومت" ہی فتنہ و فساد کا بنیادی سبب ہے۔[10]

مولانا مودودی اس موقف میں اکیلے نہیں ہیں، بلکہ متعدد اہل علم سے اس کی تائید ملتی ہے۔ مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو دھمکی دے سکیں۔ جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار کو غلبہ ہوا، مسلمانوں کا ایمان اور مذہب خطرہ میں پڑ گیا۔ اسپین کی مثال دنیا کے سامنے ہے کہ کسی طرح قوت اور موقع ہاتھ آنے پر مسلمانوں کو تباہ کیا گیا یا مرتد بنا دیا گیا۔ بہر حال جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ اہلِ اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولتِ ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو (چنانچہ فتنہ کی یہی تفسیر ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے کتب حدیث میں منقول ہے۔) یہ جہاد کا آخری مقصد

ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے۔ حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دین حق سب ادیان پر غالب آ جائے۔"[11]

مفتی محمد تقی عثمانی نے بھی بعض مقامات پر شوکتِ کفر کو جہاد کی غایت قرار دیا ہے۔ مولانا مودودی نے "الجہاد فی الاسلام" میں "اشاعتِ اسلام ور تلوار" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو صرف دو صورتوں میں قتل کیا گیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اس نے کسی دوسرے انسان کو ناحق قتل کیا ہو، اور دوسرے یہ کہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا ہو۔[12] فتنہ مولانا کے ہاں بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے جس کا اصل سرچشمہ کافر حکومتیں ہیں۔ کم و بیش مفتی تقی عثمانی نے بھی یہی رائے دی ہے۔ ان کے ہاں اشاعتِ اسلام تو بہ زور شمشیر نہیں ہوا لیکن پھر مشروعیت جہاد اور مقصدِ جہاد کا سوال اٹھتا ہے۔ مفتی تقی صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جہاد کا مقصد کفر کی شوکت توڑنا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر جہاد کا مقصد کیا ہے؟ خوب سمجھ لیں جہاد کا مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت کو توڑا جائے اور اسلام کی شوکت قائم کی جائے اور اللہ کا کلمہ بلند کیا جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کو تو برداشت کر لیں گے کہ اگر تم اسلام نہیں لاتے ٹھیک ہے اسلام قبول نہ کرو، تم جانو اور تمھارا اللہ جانے۔ آخرت میں تم سزا بھگتنا۔ لیکن تم اپنے کفر اور ظلم کے قوانین کو اللہ کی زمین پر نافذ کرو اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بناؤ اور ان کو اپنے ظلم اور ستم کا نشانہ بناؤ اور ان پر ایسے قوانین نافذ کرو جو اللہ کے قوانین کے خلاف ہیں اور کن قوانین کے ذریعہ فساد پھیلتا ہے۔ تو اس کی ہم تمہیں اجازت نہیں دیں گے۔"[13]

مولانا مودودی کے استدلال کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 29 ہے۔ جس میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ[14]

ترجمہ: جنگ کرو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور دین حق کی اتباع نہیں کرتے، یعنی اہل کتاب سے، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں ہاتھ سے اور تابع بن کر رہیں۔

آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے، حرام افعال کا ارتکاب کرتے ہیں، انہوں نے اپنے مذہب میں گھڑی ہوئی باتیں شامل کر لیں، لہذا وہ ان تمام برائیوں کے ساتھ اس چیز کے اہل نہیں کہ وہ حکمرانی کر سکیں، اگر وہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، تو ماتحت رہ کر اپنے مذہب پہ آزادی سے عمل کر سکتے ہیں۔[15]

البتہ مذکورہ آیت کے سیاق وسباق پہ غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے، کہ مذکورہ آیت سے یہ استدلال بظاہر کمزور ہے۔ یہ آیت غزوہ تبوک کے موقع پر نو ہجری میں نازل ہوئی، رومی سلطنت سے کشمکش کا آغاز فتح مکہ سے پہلے ہو چکا تھا، ابتداء ایسے ہوئی کہ رسول ﷺ نے پندرہ آدمیوں کی ایک جماعت ان رومی عیسائی علاقوں میں بھیجی، انہوں نے وہاں دعوت اسلام دی، مگر ان سب کو ذات اطلاح نامی مقام پر قتل کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے فرماں روایان ممالک کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے، ان میں ایک خط بصریٰ کے حاکم کے نام بھی

تھا۔ راستے میں غسانی بادشاہ شرحبیل بن عمرو نے، جو رومی حکومت کا علاقے میں نائب تھا اور عیسائی تھا، آپ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ جس کے نتیجے میں غزوہ موتہ وقوع پذیر ہوا۔ مذکورہ واقعات کے علاوہ بھی ان تین چار سالوں میں رومیوں کی طرف سے ایسی اور بھی کئی حرکتیں ہوئیں جن کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ رومیوں کے ارادے خطرناک ہیں۔ رومیوں کی حرکتیں اس درجہ بڑھ گئی تھیں کہ صحابہ کرام کو ہر دم رومی حملے کا اندیشہ لاحق تھا۔ اب تاجروں اور مسافروں نے آ آکر خبریں دیں کہ رومی اپنے تابع عیسائی عرب قبائل اور ریاستوں کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں، فوجوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی بانٹی گئی ہیں، اور کچھ دستے بلقاء تک پہنچ رہے ہیں۔

ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کا فوری حکم دیا اور باوجود اس کے کہ موسم سخت گرم تھا اور مسلمانوں کو سخت غربت اور تنگ حالی کا سامنا تھا کوئی تاخیر اس لئے ممکن نہیں تھی کہ خطرہ نہایت سنگین تھا اور فوری تھا۔ فتح مکہ کے بعد عرب قبائل کا اسلام ایسا مضبوط نہیں ہوا تھا کہ اگر رومی اندرون عرب گھس کر حملہ کرتے تو ان سے استقامت کی امید کی جاتی۔ آں حضرت ﷺ کے بعد ان قبائل کی بڑی تعداد کے ارتداد اور بغاوت نے ثابت بھی کر دیا کہ اگر روم جیسی طاقت کا حملہ ہوتا تو یہ قبائل یقیناً بغاوت کر دیتے اور اسلامی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ اس لئے آپ ﷺ نے سرحد پر جا کر ہی دشمن کو روکنا اور مسلمانوں کی قوت کا رعب قائم کرنا ہر حال میں ناگزیر جانا۔

ان حالات میں یہ آیات مسلمانوں کو رومی طاقتوں سے جنگ کے لئے حکم دینے اور اس پر ابھارنے کے لئے نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اہل کتاب سے جنگ کے فقہی مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا یا ابتداءً اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ آیات اس مقصد کے لیے نازل نہیں ہوئیں، اہل کتاب سے اور رومی عیسائی طاقتوں سے کشمکش پہلے سے جاری تھی، اور یہ جنگ پہلے سے فرض ہو چکی تھی، یہ آیات مسلمانوں میں اس جنگ کے لئے ہمت و جوش پیدا کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ یہی ان کا اصل مقصود و معنی ہے۔ اور رومیوں کی یہ صفات کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے دین حق کے منکر ہیں، اور اللہ و رسول کے محرمات کو حرام نہیں سمجھتے، فوجوں کے اندر جوش اور ان کے خلاف غیظ و غضب پیدا کرنے کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ یہ رومیوں سے قتال کی علت نہیں ہیں۔ قتال کی علت رومیوں کا صد عن سبیل اللہ (اللہ کے راستے سے روکنا) ایک مسلمان کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قتل کرنا (فتنہ) اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں (محاربہ) کرنا تھا۔[16]

مولانا مودودی کا دوسرا بڑا استدلال یہ ہے کہ انہوں نے ایک نہایت طویل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا اصل مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، یہ امت اسی فریضہ کی انجام دہی کے لئے قائم کی گئی ہے۔

پھر مولانا فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف تو طاقت کے زور سے انجام دیے جانے والا فریضہ نہیں ہے، وہ تو وعظ و نصیحت کے ذریعہ انجام دیا جائے گا۔ البتہ منکر کی مولانا نے دو قسمیں قرار دی ہیں، (1) قلب و ذہن کی گندگی اور خیال و رائے کی ناپاکی۔ اس کو دور کرنے کے لئے وعظ و تلقین کا حکم دیا گیا ہے۔ اور (2) فعل و عمل کی برائی (منکر) کو بزور طاقت مٹانے کو مسلمانوں کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے لئے مولانا نے ان احادیث کا حوالہ دیا ہے جن میں منکر سے اگر قدرت ہو تو طاقت کے زور سے روکنے کا حکم آیا ہے'' فلیغیرہ بیدہ''۔ پھر مولانا فرماتے

ہیں کہ ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ :

''اگر مسلمانوں میں اتنی قوت ہو کہ تمام دنیا کو منکر سے روک کر اسے قانون عدل کا مطیع بنادیں تو ان کا فرض ہے کہ اس قوت کو استعمال کریں اور جب تک اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانہ دیں چین نہ لیں۔[17]''

بلاشبہ، احادیث میں یہ حکم آیا ہے کہ ''تم میں سے جو کوئی برائی (منکر) دیکھے تو اگر طاقت ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے۔'' لیکن علماء کے اتفاق کے مطابق یہ حکم مسلم امت کے داخلی دائرے کے اندر کے لئے ہے۔ کسی نے بھی اس کا مطلب یہ نہیں سمجھا کہ غیر مسلم جوان برائیوں کو برائی نہیں سمجھتے، جیسے شراب نوشی یا حرام اشیاء کا کھانا، ہر مسلمان کو ان کو بھی بزور و طاقت مٹانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اگرچہ ان میں طاقت ہو۔ یہاں مولانا کا استدلال بے محل ہو جاتا ہے۔

یہ بنیادی سوال اٹھتا ہے کہ منکر کی وہ بڑی قسم، جسے مولانا قلب وذہن کی گندگی کہتے ہیں، کو طاقت کے زور سے مٹانا کیوں منع ہے؟ حدیث میں تو ہر قسم کے منکرات کو طاقت سے مٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ ''منکراً'' کا نکرہ ہونا تمام منکرات کو اس زمرے میں لاتا ہے۔ پھر یہ استثنا کیوں ممکن ہے؟ اس کا کیا سبب ہے کہ ہم اس سے صرف فعل و عمل کی برائی مراد لیں؟ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جہاد فعل و عمل کی بہت سی برائیوں کو، جن کا تعلق اجتماعی ظلم سے نہیں ہوتا، باقی رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ مثلاً، اسلام کی فتح کے بعد بھی غیر مسلموں کے لیے شراب پینا، بنانا، اور اس کی خرید وفروخت وغیرہ جائز ہی رہتی ہے۔ پھر جہاد کا مقصد فعل و عمل کی برائی کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے؟[18]

دوسری بنیادی خامی وہی ہے جس کا تجزیہ ما قبل سطور میں کیا جا چکا ہے کہ شوکت کفر کو علت قرار دیے جانے کی وجہ سے بھی وہی خرابی پیدا ہوتی ہے جو "کفر" کو علت قرار دیے جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، یعنی اس سے ابدی جنگ کا نظریہ سامنے آتا ہے۔ جو کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اسلام کا یہ مقصد نہیں ہے، اسلام کا مقصد محض یہ ہے کہ اس کی تبلیغ دنیا کے ہر کونے میں ہونی چاہیے، اس کے لیے اگر کوئی حکومت رکاوٹ کھڑی کرے تو یہ محاربہ کے ضمن میں آتا ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ سطور میں ذکر کی جا رہی ہے۔

قتال کی علت: محاربہ:

جمہور فقہاء نے قتال کی علت "محاربہ" کو قرار دیا ہے۔[19]

امام ابن تیمیہ کا اس مسئلے پر مستقل رسالہ '' قاعدة مختصرة في قتال الكفار ومهادنتهم '' بھی ہے، جس میں انہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جنگ صرف اسی سے کی جائے گی جو خود آمادۂ پیکار ہوا۔[20]

بلکہ امام ابن تیمیہ نے بھی اسے جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الكفار إنما يقاتلون بشرط الحراب، كما ذهب إليه جمهور العلماء، وكما دل عليه الكتاب والسنة [21]

ترجمہ: کفار سے جنگ اسی شرط پر کی جائے گی کہ وہ محاربہ کریں، جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے اور اسی پر کتاب وسنت کی دلیل قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[22]

مذکورہ آیت کے ضمن میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ان لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو جنگ کر رہے ہوں، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ قتال کے لیے یہ شرط ہے کہ مقابل مقاتل ہو۔[23]

اسی طرح ابن قیم "لا اکراہ فی الدین" کے تحت لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی پر دین قبول کرنے کے لیے جبر نہیں کیا، آپ ﷺ نے محض محاربین سے قتال کیا، جنہوں نے صلح کرنا چاہی، ان سے صلح کی اور جب تک وہ اپنے عہد پہ برقرار رہے، نبی کریم ﷺ نے بھی عہد نہیں توڑا۔[24]

اسی طرح ابن قیم فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا كَانَ يُقَاتِلُ مَنْ يُحَارِبُهُ وَيُقَاتِلُهُ، وَأَمَّا مَنْ سَالَمَهُ وَهَادَنَهُ فَلَمْ يُقَاتِلْهُ[25]

لہذا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قتال کی علت کفر یا شوکت کفر کا خاتمہ ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کی حالت میں رہیں گے۔ امن کا معاہدہ یا تو ہوگا ہی نہیں، اور اگر مصلحت یا ضرورت کے تحت کیا جائے گا تو وہ وقتی ہوگا جسے جنگ بندی (Armistice) کہا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق یہ تسلیم کیا جائے کہ قتال کی علت "محاربہ" ہے تو پھر قتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مخالفین کی جانب سے محاربہ پایا جائے۔ جب وہ محاربہ ترک کر کے امن کے ساتھ رہنے پر راضی ہوں تو ان کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی۔ جمہور کے قول کا لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ امن کا معاہدہ جائز ہو، چاہے یہ معاہدہ وقتی ہو یا مستقل ہو۔[26]

جاوید احمد غامدی کے نزدیک علت القتال:

جاوید غامدی کے نزدیک قتال صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔

1۔ ظلم و عدوان کے خلاف

2۔ اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف

ان کے نزدیک پہلی قسم شریعت کا ابدی حکم ہے، یعنی جب بھی کوئی قوم بگاڑ کے اس نکتے پر پہنچ جائے کہ نصیحت و تلقین کے ذریعے اسے راہ راست پہ لانا ممکن نہ ہو، تو اس کے خلاف قتال ضروری ہو جاتا ہے۔[27]

قرآن پاک اور سیرت نبوی ﷺ میں غور و تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی قوم پر حجت تمام کرنے کے لیے آتے ہیں۔ وہ اپنی قوم پر حق و باطل اس طرح واضح کر دیتے ہیں کہ ان کے پاس انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی، اس کے باوجود جو حق کا انکار کریں، ان پر دنیا میں ہی خدا کی عدالت قائم ہو جاتی ہے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کے جہاد میں بھی مخالفین کے لیے عذاب الٰہی کا پہلو تھا۔[28]

اس پر مختلف آیات دلالت کرتی ہیں مثلاً مشرکین عرب کو اسلام کی دعوت پہنچانے کے بعد فتح مکہ کے موقع پر انہیں آخری مہلت دے دی

گئی۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

فَإِذَا انْسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[29]

جب کسی قوم کی جانب رسول کی بعثت ہوتی ہے تو وہ حق کو اس طرح واضح کر دیتا ہے کہ کسی کے پاس اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ یا عذر باقی نہیں رہتا۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرسل[30]

نیز اتمام حجت کے بعد رسول کاانکار کرنے والوں کو لازما سزادی جاتی ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بالقسط وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ[31]

ظلم وعدوان کے ضمن میں جاوید غامدی ایک صورت کا ذکر کرتے ہیں، یعنی اگر کوئی قوم جبرا مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرے تو اس سے خلاف جہاد واجب ہو جاتا ہے، جسے قرآن پاک میں فتنہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔[32]

بظاہر جاوید غامدی کی بیان کردہ علت محاربہ کہلائے گی۔البتہ غامدی صاحب اس کو نہایت محدود مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، حالانکہ محاربہ کی اس کے علاوہ مختلف صورتیں ہیں۔ جس سے محاربے کا وسیع مفہوم سامنے آتا ہے۔

محاربہ کی صورتیں:

جہاد کی علت متعین ہو جانے کے بعد یہ ضروری ہے کہ محاربہ کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا جائے، اسکے ساتھ ساتھ یہ واضح کرنے میں دقت نہیں ہوگی کہ معاصر قومی ریاستوں میں محاربہ کی مختلف صورتوں کے نفاذ کی کیا کیا ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

- **دارالاسلام کے خلاف بیرونی جارحیت:**

یہ بات واضح ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ریاست دارالاسلام پہ حملہ کرے تو حملہ آور محاربین ہو جاتے ہیں۔ان کے خلاد جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد مبارک ہے۔

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[33]

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس حق کو جدید قومی ریاستوں اور اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔اقوام متحدہ کے منشور کے الفاظ یہ ہیں:

Nothing in the present Charter shall impair the inherent right of individual or collective self-defense if an armed attack occurs against a Member of the United Nations, until the Security Council has taken measures necessary to maintain international peace[34] .

ترجمہ: اس منشور میں موجود کسی بات سے انفرادی یا اجتماعی دفاع کا فطری حق متاثر نہیں ہوتا اگر اقوام متحدہ کے کسی رکن کے خلاف فوجی حملہ

ہو جائے، یہاں تک کہ سلامتی کونسل وہ اقدامات کرے جو بین الاقوامی امن کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشور میں حق دفاع کا ذکر اس سیاق میں آیا ہے کہ اگرچہ جارح ریاست کے خلاف اقوام متحدہ اجتماعی اقدام کرے گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جارحیت کی زد آئی ہوئی ریاست کو دفاع کا حق حاصل نہیں ہے۔ اسے یقینا یہ حق حاصل ہے کیونکہ یہ ریاست ہونے کا لازمی تقاضا ہے۔

- **امن معاہدات کی خلاف ورزی:**

اگر کسی غیر مسلم ریاست نے مسلم ریاست کے ساتھ امن معاہدہ کیا، اور پھر وہ اس کی خلاف ورزی کریں، تو اس صورت میں اس کے خلاف جنگی اقدام جائز ہو جاتا ہے۔ البتہ یہاں یہ قتال کی علت کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً محض معاہدہ ختم کرنا ہی جہاد کا باعث نہیں بنے گا بلکہ غیر مسلم ریاست کی طرف سے اقدام یا اقدام کا خدشہ پایا جانا ضروری ہے۔ اسے ڈاکٹر حمید اللہ دفاع کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں، دوسرے الفاظ میں ان کے نزدیک دفاع کا وسیع مفہوم مراد ہے، جس میں محض دفاع کی بجائے، بیرونی طاقت کے اقدام کی پیش بندی کے لیے کیا گیا اقدام بھی دفاع ہی متصور ہو گا۔ اسے وہ pre-emptive war کہتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر وہ اسے حفاظتی جنگ قرار دیتے ہیں۔[35]

- **دار الاسلام سے باہر مقیم مسلمانوں کی مدد:**

اگر غیر مسلم ریاست کا مسلم ریاست کے ساتھ معاہدہ ہو، ایسی ریاست وہاں مسلمانوں پر ظلم کریں، مسلمان ہجرت کرنے کی استطاعت بھی نہ رکھتے ہوں، تو ایسی صورت میں اعلانیہ معاہدہ ختم کر کے جنگی اقدام لازمی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا[36]

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔

بین الاقوامی قانون میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔ البتہ اگر مسلمان ریاستیں آپس میں دفاعی معاہدات کر لیں، یوں ان میں سے کسی ایک پر حملہ سب ریاستوں پر حملہ متصور ہو گا۔ اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ 51 میں اس کی گنجائش موجود ہے، اور "معاہدہ شمالی اوقیانوس کی تنظیم" (NATO) اس کی واضح مثال ہے۔ البتہ اس سے صرف مسلم ریاستوں میں مقیم مسلمانوں کی مدد ہو سکے گی، مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم ممالک میں اقلیت کی صورت میں مقیم ہے، اگر ان ریاستوں میں مقیم مسلمان ظلم کے شکار ہوں تو ان کی مدد کیسے کی جائے گی؟ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا "انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مداخلت" (Humanitarian intervention) کے تصور کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری ریاستوں نے محض اس بنیاد پر جنگی اقدامات نہیں کیے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے جواز فراہم

کیے ہیں۔ لہذا مسلم ریاستوں کو چاہیے کہ ایک تو آپس میں دفاعی معاہدات کریں، یورپی یونین طرز پہ تنظیم کریں، اس کی بنیاد پہ اگر ممکن ہو سکے تو سلامتی کونسل کی مستقل نشست حاصل کریں۔ اور اقوام متحدہ میں "امن کے لیے متحد ہونے" (Unity for peace) کے طریقہ کار کے متعلق مضبوط اور موثر آواز اٹھائیں۔[37]

- **لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے ان پر ظلم:**

ظلم اور فساد کی ایک نوعیت یہ ہے کہ لوگوں کو جبرا اسلام قبول کرنے سے روکا جائے، یا ان کو اپنے ضمیر کے فیصلے پر عمل کرنے سے روکا جائے، ان کو اذیتیں پہنچائی جائیں اس صورت میں بھی مسلمانوں پر جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

ترجمہ: جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بیشک اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے۔

- **اسلام کے خلاف محاربہ:**

جس طرح مسلمانوں کے خلاف محاربے سے جہاد فرض ہو جاتا ہے اسی طرح اسلام کے خلاف محاربے کی بعض صورتوں میں بھی جہاد لازم ہو جاتا ہے۔ اسلام نے کسی فرد کو جبرا اسلام قبول کروانے کا حکم نہیں دیتا، اسی طرح اسلام سوال اٹھانے، وضاحت طلب کرنے حتیٰ کہ تنقید کرنے سے بھی منع نہیں کرتا، البتہ اگر کوئی اسلام کا مذاق اڑائے، یا شعائر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرے، اگر وہ ریاست فرد کی پشت پناہی کرے تو ریاست کے خلاف جہاد فرض ہو جاتا ہے، اور اسے مسلمانوں کے خلاف محاربہ تصور کیا جائے گا۔

ایسی گستاخیوں میں سے سب سے سنگین گستاخی نبی کریم ﷺ کی توہین وتضحیک ہے۔ مشرکین عرب کے خلاف جہاد کے جو جواز ذکر کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک طعن فی الدین بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ[38]

ترجمہ: اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ یہ باز آئیں۔

حوالہ جات

[1] راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفۃ، بیروت، 2010، ج1، ص101

[2] سورۃ الفرقان: 52:25

[3] سورۃ العنکبوت: 69:29

[4] سورۃ الحجرات: 49:15

[5] سورۃ التوبۃ: 86:9

[6] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، تقی الدین، مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ، دارالفکر، بیروت، 1980، ج5، ص38

[7] محمد مشتاق، ڈاکٹر، جہاد، مزاحمت اور بغاوت، الشریعہ اکیڈمی، گجرانوالہ، 2016، ص212

[8] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 2014، ص81

[9] ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مکتبہ مصطفی باز، الریاض، 1995، ج1، ص371۔ نیز دیکھئے: علی الرمیحی، کتاب الآراء الفقهية المعاصرة المحكوم عليها بالشذوذ في العبادات. دار التحبير، ریاض، 2019، ج2، ص309، 312

مزید: ابن العربی، محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 2003، ج1، ص155

[10] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ص115-112

[11] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت کراچی، 2007، ج1، ص819

[12] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ص154

[13] عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی (کراچی: میمن اسلامک بکس، اپریل 1999)، ج2، ص202۔

اس کے علاوہ بھی متعدد اہل علم نے اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً دیکھیے: عثمانی، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، (ادارۃ المعارف کراچی، اپریل 2008)، ج3، ص 333، اسی طرح: کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ النبی ﷺ، (مکتبہ عثمانیہ لاہور، ۱۹۹۲ء)، ج2، ص468

[14] التوبۃ: 29:9

[15] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ص117-116

[16] نعمانی، محمد یحییٰ، اسلام کا تصور جہاد، ماہنامہ الشریعہ، مارچ 2012، ص31-29

[17] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ص98-97

[18] نعمانی، محمد یحییٰ، اسلام کا تصور جہاد، ماہنامہ الشریعہ، مارچ 2012، ص33

[19] ابن رشد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ج1، س371، الاسکندری، کمال الدین محمد ابن الہمام، فتح القدیر، دارالکتب العربیہ، قاہرہ، 1970، ج، 4، ص291، بحوالہ محمد مشتاق، ڈاکٹر، جہاد مزاحمت اور بغاوت، ص221

[20] ابن تیمیہ، قاعدۃ فی قتال الکفار، مکتبہ السنۃ المحمدیہ، قاہرہ، 1949، ص121

[21] ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، کتاب النبوات، مکتبہ اضواء السلف، الریاض، 2000، ص140

[22] سورۃ البقرۃ:2:119

[23] ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، الحرس الوطنی السعودي، شاملہ، ص282

[24] محمد بن ابی بکر، ابن قیم الجوزیۃ، ھدایۃ الحیاری فی أجوبۃ الیھود والنصاری، دار القلم، جدہ، ج1، ص238

[25] ابن قیم، ہدایۃ الحیاری، ج1، ص237

[26] محمد مشتاق، ڈاکٹر، جہاد مزاحت اور بغاوت، ص221

[27] غامدی، جاوید احمد، میزان، المورد2019، ص580

[28] اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 2002، ج3، ص469، 473

[29] التوبۃ:9:5

[30] النساء:4:165

[31] یونس:10:47

[32] جاوید غامدی، میزان، ص596

[33] البقرۃ:2:190

[34] اقوام متحدہ کا منشور، دفعہ 51، بحوالہ، محمد مشتاق، جہاد مزاحمت اور بغاوت، ص204

[35] Dr. Hameed ullah, The Muslim conduct of state, p. 182

[36] النساء:4:75

[37] محمد مشتاق، ڈاکٹر، جہاد مزاحمت اور بغاوت، ص259-258

[38] التوبۃ:9:12

References:

1. Raghib Asfahani, Husain bin Muhammad, *Al-Mufradat fi Gharib al-Quran*, Dar al-Ma'arifah, Beirut, 2010, V. 1, P. 101
2. Surah Al-Furqan: 52
3. Surah Al-Ankabut: 29
4. Surah Al-Hujurat: 49
5. Surah Al-Tawbah: 9
6. Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Haleem, Taqi al-Din, *Majmu' Fatawa Ibn Taymiyyah*, Dar al-Fikr, Beirut, 1980, V. 5, P. 38
7. Dr. Muhammad Mushtaq, *Jihad, Muzahamat aur Baghawat*, Al-Shariah Academy, Gujranwala, 2016, P. 212
8. Maulana Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam*, Idara Tarjuman al-Quran, Lahore, 2014, P. 81
9. Ibn Rushd, Muhammad bin Ahmad, *Bidayat al-Mujtahid wa Nihayat al-Muqtasid*, Maktaba Mustafa Baz, Al-Riyadh, 1995, V. 1, P. 371 Further more: Ali al-Rumaihi, *Kitab al-Ara' al-Fiqhiyyah al-Mu'asirah al-Mahkum alayha bi al-Shududh fi al-Ibadat*, Dar al-Tahbeer, Riyadh, 2019, V. 2, P. 309, 312, Ibn al-Arabi, Muhammad bin Abdullah, *Ahkam al-Quran*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 2003, V. 1, P. 155
10. Maulana Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam*, P 115-112
11. Usmani, Shabbir Ahmad, *Tafseer Usmani*, Dar al-Isha'at, Karachi, 2007, V. 1, P. 819

12. Maulana Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam*, P. 154
13. Usmani, Muhammad Taqi, *Taqreer Tirmizi* (Karachi: Memon Islamic Books, April 1999), V. 2, P. 202
14. Surah Al-Tawbah: 9
15. Maulana Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam*, P. 117-116
16. Naumani, Muhammad Yahya, *Islam ka Tasawwur-e-Jihad*, Maahnama Al-Shariah, March 2012, P. 31-29
17. Maulana Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam*, P 98-97
18. Naumani, Muhammad Yahya, *Islam ka Tasawwur-e-Jihad*, Maahnama Al-Shariah, March 2012, P. 33
19. Ibn Rushd, *Bidayat al-Mujtahid wa Nihayat al-Muqtasid*, V. 1, P. 371
    Al-Iskandari, Kamal al-Din Muhammad Ibn al-Hammam, *Fath al-Qadeer*, Dar al-Kutub al-Arabiya, Cairo, 1970, V. 4, P. 291, ba-hawalah Dr. Muhammad Mushtaq, *Jihad, Muzahimat aur Bagawat*, P. 221
20. Ibn Taymiyyah, *Qa'idah fi Qital al-Kuffar*, Maktaba al-Sunnah al-Muhammadiyah, Cairo, 1949, P. 121
21. Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Haleem, *Kitab al-Nubuwwat*, Maktaba Adhwa al-Salaf, Riyadh, 2000, Safha 140
22. Surah Al-Baqarah: 119
23. Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Haleem, *Al-Sarim al-Maslul ala Shatim al-Rasul*, Al-Haras al-Watani al-Saudi, Shamila, P. 282
24. Muhammad bin Abi Bakr, Ibn Qayyim al-Jawziyyah, *Hidayat al-Hiyara fi Ajwibat al-Yahood wal-Nasara*, Dar al-Qalam, Jeddah, V. 1, P. 238
25. Ibn Qayyim, *Hidayat al-Hiyara*, V. 1, P. 237
26. Dr. Muhammad Mushtaq, *Jihad, Muzahimat aur Bagawat*, P. 221
27. Ghamidi, Javed Ahmad, *Meezan*, Al-Mawrid, 2019, P. 580
28. Islahi, Amin Ahsan, *Tadabbur-e-Quran*, Faran Foundation, Lahore, 2002, V. 3, P. 469, 473
29. Surah Al-Tawbah: 5
30. Surah Al-Nisa: 165
31. Yunus: 47
32. Javed Ghamidi, *Meezan*, P. 596
33. Al-Baqarah: 190
34. Aqwam-e-Muttahida ka Manshoor, clause 51, Ba-Hawala, Muhammad Mushtaq, *Jihad Muzahimat aur Bagawat*, P. 204
35. Dr. Hameedullah, *The Muslim Conduct of State*, Page 182
36. Al-Nisa: 75
37. Dr. Muhammad Mushtaq, *Jihad Muzahimat aur Bagawat*, P. 259-258
38. Al-Tawbah: 12